بہار میں خواتین اردو افسانہ نگار: ایک تنقیدی مطالعہ
(۱۹۸۰ء کے بعد)

محمد اجمل (دلی یونیورسٹی)

ملخص

اردو افسانے میں صوبہ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کی کیا خدمات رہی ہیں؟ گرچہ جواب تفصیل طلب ہے مگر میں نے چند صفحات میں بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کا اجمالی جائزہ لینے کی کوشش کیا ہے ۔ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں میں شکیلہ اختر خشت اول کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ ان کے بعد کی افسانہ نگاروں میں نصرت آرا، صبوحی طارق، شمیم افزا قمر، رضیہ رعنا، نزہت نوری، قمر جہاں، اشرف جہاں، آشا پربھات، شاہدہ خاتون، نسرین ترنم، تسنیم کوثر، کہکشاں پروین، کہکشاں انجم، تبسم فاطمہ، نزہت طارق، شہناز فاطمی، امتیاز فاطمی، ذکیہ

مشہدی، ثریا جبیں، شہناز بانو اور اعجاز شاہین کے نام خاص طور سے اہم اور قابل ذکر ہیں۔ ان افسانہ نگاروں کے افسانوں میں جدید حسیت اور جدید اسلوب کو بخوبی تلاشا جا سکتا ہے، ساتھ ہی ان کے افسانے ان کے روشن مستقبل کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ میں یہ بھی عرض کردوں کہ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کے یہاں صرف جدید حسیت اور عصری میلانات کی موجودگی ہی نہیں بلکہ روایتی قدروں کا احترام بھی بخوبی ملتا ہے۔ ان کے یہاں متنوع موضوعات کی پیشکش کے ساتھ ساتھ عام فہم زبان کے استعمال پر بھی خصوصی توجہ ملتی ہے۔

☆☆☆☆☆

اردو افسانے کی تاریخ اس بات کا بھی انکشاف کرتی ہے کہ بیسویں صدی کی پہلی دہائی سے اردو افسانے لکھے جارہے ہیں اور تیسری دہائی سے اردو افسانے کی خدمات انجام دینے میں خواتین کا قلم فعال نظر آتا ہے۔ جہاں تک صوبہ بہار کی بات ہے تو اس سلسلے سے میں یہ عرض کردوں کہ بہار کی اردو افسانہ نگاری کی تاریخ میں ترقی پسند تحریک سے قبل خاتون افسانہ نگار نظر نہیں آتی ہیں۔ مختصر یہ کہ ہندوستان میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے اور بہار میں بیسویں صدی کے چوتھی دہائی سے کچھ خواتین افسانہ نگار نے اس صنف میں طبع آزمائی شروع کی، لیکن یہ سلسلہ آزادی کے بعد ہی پوری طرح قائم ہو سکا۔ اس کی اہم وجہ کے سلسلے سے ڈاکٹر قیام نیر فرماتے ہیں:

> ''اس کی سب سے بڑی وجہ مسلم معاشرے کی مذہبی سخت گیری تھی۔ عورتوں کو گھریلو اور دینی تعلیم کے علاوہ دوسری قسم کی تعلیم دلوانا مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ پردے کی پابندیوں کی وجہ سے عورتوں کے لئے گھر کی چاردیواری سے باہر کی دنیا شجر ممنوعہ تھی۔ عورتوں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ساری زندگی گھر کے ایک ہی کھونٹے سے بندھی رہتی ہیں، لیکن نئی تہذیب اور نئی روشنی کی رہنمائی میں کچھ خواتین نے گھر سے باہر قدم نکالا اور

اپنے اردگرد کی دنیا کو دیکھا۔ اس کے بارے میں غور وفکر کیا۔
اونچی تعلیم حاصل کی اور اعلی تعلیم کے ذریعہ دنیا کی تاریخ دنیا کے جغرافیائی
حالات دنیا کی مختلف تہذیب وتمدن اور معاشرے کو سمجھا۔''(۱)

۱۹۶۰ء کے بعد بہار کی خواتین افسانہ نگاروں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔۱۹۷۰ء کے بعد یہ سلسلہ اور زیادہ مستحکم ہوا اور ۱۹۸۰ء کے بعد متعدد خواتین افسانہ نگار سامنے آئیں جو نہ صرف مردوں کے شانہ بہ شانہ چلیں بلکہ ان میں سے کچھ کے کارنامے تو مردوں سے بھی زیادہ ہیں۔

جب ہم ادب کا مطالعہ کرتے ہیں تب اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ فکشن کی بنیاد قصہ طرازی پر ہے۔ ایسی کہانی پر ہے جو طبع زاد ہو اور اپنے ذہن کی اختراع ہو۔اس سلسلے میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فکشن نویسی ایک ایسا آرٹ ہے جہاں خارجی حقائق بھی اس طرح بیان ہوتے ہیں جن پر ماورائے حقیقت کا گمان ہو یا اختراعی کہانی پر بھی حقیقت کا شائبہ ہونے لگے۔مطلب یہ کہ حقیقت پر افسانے اور افسانے پر حقیقت کا دھوکہ پیدا کرنا فن کار کے اظہار کی مہارت کا متقاضی ہے۔افسانہ نگاری کے لئے تخیل کی غیر معمولی توانائی کی ضرورت ہے۔افسانہ نویسی اور خواتین کے درمیان کتنا گہرا رشتہ ہے اس سلسلے سے پروفیسر علیم اللہ حالی رقم طراز ہیں:

''کہانی سنانا یا کہانی بنانا یوں بھی ایک مشکل کام ہے۔ بلاشبہ یہ کام اس وقت ممکن ہے جب کہانی سنانے والا اختراعی قوت کا حامل بھی ہو اور وہ اپنی کہانی کو ادب کا مقام عطا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ مرد اساس معاشرے میں مردوں نے ٹھوس مشکل اور دشوار مسائل اپنے سر لے لئے اور معاشرے کو مادی اعتبار سے آگے بڑھانے میں زیادہ مستعدی دکھائی اس کے نتیجے میں تخیلی تصوراتی اور تفریحی ونفسیاتی ارتفاع وتسکین کے امور کا ایک بڑا حصہ خواتین کے ذمے آگیا۔تعلیم کے فروغ اور دانش کے ارتقا کے ساتھ ساتھ خواتین کی یہ بنیادی اہمیت ادب کی سرحد میں بھی پہنچنے لگی۔اردو کے افسانوی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اپنی آبادی اور تعلیم کے تناسب سے خواتین نے فکشن ادب کی توسیع میں

نمایاں فریضہ انجام دیا ہے۔'' (۲)

یہ حقیقت ہے کہ ابتدا میں خواتین نے Intellect سے زیادہ Interest پر توجہ دی کیوں کہ اس عہد میں ادب کا تقاضا بھی یہی تھا، لیکن رفتہ رفتہ خواتین کی افسانہ نگاری تعمیری اور اصلاحی سمت کی طرف بڑھتا گیا۔ ایسی نسوانی کرداروں کی پیشکش پر توجہ دی گئی جن سے عبرت حاصل کی جا سکے۔ بے راہ روی کی شکار نسوانی کرداروں کو پیش کرنے سے اجتناب کیا گیا۔ مختصر یہ کہ صابرو شاکر عورتوں کو افسانے کا کردار بنایا گیا۔ اس طرح خواتین کے ذریعہ تحریر کردہ افسانوں کی بڑی تعداد ہمارے سامنے موجود ہے۔ جہاں تک بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کی بات ہے تو اس بابت یہ کہا جائے گا کہ صوبہ بہار کی خواتین افسانہ نگار کے افسانے ہر اعتبار سے اپنی اہمیت منوانے میں کامیاب رہے۔

انفرادی طور پر بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کی بات کروں تو نسرین ترنم کی کہانیوں میں بعض اشاراتی جملے اور استعارے ہمارے دل کو متاثر کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں فن کا بہت خوب مظاہرہ کیا ہے، ان کے افسانے تکنیکی اعتبار سے مکمل اور مربوط ہوتے ہیں۔ عصمت آرا کی بات کریں تو ''درد کا رشتہ'' اور ''داغ'' ان کا مشہور افسانہ ہے۔ یہاں ماجرا نگاری بہت خوبصورت انداز میں کی گئی ہے۔ دیگر افسانوں میں بھی زماں و مکاں سے مطابقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیانیہ انداز بیان میں تحریر کردہ آپ کے افسانے کافی اہمیت رکھتے ہیں۔

نزہت نوری، شمیم صادقہ، صبوحی طارق اور نزہت پروین کیافسانوں کے تعلق سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام خواتین افسانہ نگار علامتی اور تجریدی افسانے لکھتی ہیں۔ عصری حسیت اور جدید اسلوب کی بنا پر انہوں نے اپنی شناخت بنانے میں کامیابی پائی ہے۔ نزہت نوری تو سب پر سبقت لے جاتی ہیں، آپ کا فن زیادہ پختہ نظر آتا ہے۔ ان کے بعد تسنیم کوثر، عنبری رحمان، کہکشاں انجم، کہکشاں پروین، نصرت آرا، تبسم فاطمہ ایسی فنکارہ ہیں جن کا فنی رچاؤ اور پیشکش کی تازگی ان کے روشن مستقبل کی غمازی کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ صوبہ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کی کہانیوں میں زندگی کے مختلف شیڈس نظر آتے ہیں۔ ہجرت، نفسیات، جنس، رشتوں کی کشاکش، دلی حسرت، کوشش ناتمام، معاشی و

معاشرتی پیچیدگیاں ،فساد اور تہذیب و ثقافت کے گونا گوں مسائل ان کے افسانوں میں موجود ہیں۔اس اختصاص کے ساتھ کہ ان میں نسائی فکر کی نرمی اور حلاوت اور اظہار کی شیفتگی موجود ہے۔ان کے یہاں احتجاجی مسائل و معاملات بھی شعلہ بداماں لہجے میں بیان نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ یہ موضوعات ان کے یہاں زیادہ دل نشیں بن جاتے ہیں۔

ہم اس بات سے بھی آشنا ہیں کہ افسانہ کا مقصد تعمیری ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ افسانہ زندگی کی تفسیر ہے۔افسانہ نگار اپنے فن کی بنیاد پر انسانی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے۔اسی لئے اس کا مقصد تعمیری ہوتا ہے۔مرکزی خیال کی پیشکش کے لئے وہ کرداروں کو خلق کرتا ہے۔یہ کردار اعمال اور افعال کے سہارے افسانہ نگار کے خیالات کی پیشکش کرنے میں کامیاب رہتا ہے۔ خواتین افسانہ نگاروں کے افسانے موضوعات کے لحاظ سے بھی اہمیت رکھتے ہیں۔کیوں کہ یہاں عمیق مطالعے اور گہرے مشاہدے کے حوالے سے ہمیں کسی طرح کی کمی نہیں دکھائی دیتی ہے۔سلام سندیلوی کے اس نظریے کے اعتبار سے خواتین افسانہ نگار کامیاب نظر آتی ہیں ملاحظہ کیجئے............

''موضوعات کی تلاش کے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔جس قدر افسانہ نگار کا مشاہدہ تیز ہوگا اسی قدر عجلت کے ساتھ وہ موضوعات کو تلاش کرلے گا۔مشاہدہ کے علاوہ موضوعات کی تلاش میں کتب کا مطالعہ بھی مدد دیتا ہے۔''(۳)

لہٰذا یہ کہا جائے گا کہ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کے پاس مشاہدے کی کمی نہیں ہے۔ تعلیم کی بھی کمی نہیں ہے۔اس لئے موضوع اور مواد دونوں اعتبار سے ان کے افسانے کامیاب ہیں۔ذکیہ مشہدی ماہر نفسیات ہیں اس لئے ان کے افسانوں میں طوائفوں کی زندگی کے مسائل پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے۔قمر جہاں نے عہد رفتہ اور عورتوں کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔شمیم افزا قمر نے مسلم معاشرے کو موضوع بنایا ہے۔اشرف جہاں نے بھی عورتوں کے مسائل کو ہی موضوع بنایا ہے۔شناخت، ناتمام محبت اس سلسلے سے بہترین افسانے ہیں۔نزہت پروین نے گھریلو زندگی کو موضوع بنایا ہے۔شہناز بانو نے عورتوں اور لڑکیوں کی محرومی کو افسانے کا حصہ بنایا ہے۔اس طرح بہار کی خواتین افسانہ نگاروں نے گونا گوں موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔

اسلوب کے حوالے سے بھی ان کے افسانے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔خواتین افسانہ نگاروں کے اسلوب کے ذکر سے قبل اسلوب کیا ہے؟اس سلسلے سے سلام سندیلوی کا یہ قول ملاحظہ کیجئے:

''جس طرح ہر مصنف کے خیالات اور احساسات جداگانہ ہوتے ہیں اسی طرح اس کی زبان بھی علیحدہ ہوتی ہے۔یہی اس کا اسلوب ہے۔اس کا اسلوب اس سے جدا نہیں ہوسکتا بلکہ سایہ کی طرح ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔اس کے جذبات کے ہجوم خیالات کا تسلسل تقابلی انداز اور قوت تمیز سب سے الگ ہوتی ہے۔اس کا مزاج،اس کا ذوق اور اس کا عمق ایک نئے انداز سے نمودار ہوتا ہے اور یہی سب باتیں مل کر اس کے اسلوب کی تعمیر کرتی ہیں۔''(۴)

ہر فنکار کا اسلوب منفرد ہوتا ہے یہاں کسی کی تقلید نہیں کی جاسکتی۔افسانے میں بھی اسلوب کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے۔اس سلسلے سے ڈاکٹر قیام نیر فرماتے ہیں:

''افسانے میں اسلوب کی بہت اہمیت ہے۔اسلوب کو کسی بھی ادب سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ادب کے مطالعہ کا ایک اہم پہلو ادیب کے اسلوب کے مطالعہ اور جائزے سے تعلق رکھتا ہے۔بعض مصنف فقروں اور جملوں کو چست بناتے ہیں۔بعض استعاروں تشبیہوں اور کنایوں سے کام لیتے ہیں۔بعض کے کہنے میں صفائی،سادگی اور روانی ہوتی ہے بعض ادیب رنگین بیانی کا سہارا لیتے ہیں بعض کے یہاں بوجھل،پیچیدہ اور ثقیل الفاظ ملتے ہیں کسی کی تحریر میں شوخی ہوتی ہے۔مختصر یہ کہ افسانے میں اسلوب کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔''(۵)

بہار کی خواتین افسانہ نگاروں کے افسانے اسلوب اور زبان و بیان کے لحاظ سے کافی اہمیت رکھتے ہیں۔کہکشاں انجم اپنے حسین اسلوب کے ذریعہ ایسی دنیا تعمیر کرتی ہیں کہ قاری ان کی افسانوی سحر میں کھوکر رہ جاتا ہے۔تسنیم کوثر اظہار بیان اور جملوں کی ساخت و ترتیب میں الگ انداز رکھتی ہیں۔صبوحی طارق کے افسانوں میں شروع سے آخر تک دلچسپی قائم رہتی ہے۔اس کا راز

ان کا خاص اسلوب اور انداز بیان ہے۔ کہکشاں پروین اپنے افسانوں کو موثر بنانے کے لئے صاف ستھری زبان اور ایک خاص اسلوب استعمال کرتی ہیں۔تبسم فاطمہ سیدھا سادہ بیانیہ اسلوب استعمال کرتی ہیں۔ ان کے اسلوب میں ان کی شخصیت کی جھلک صاف طور سے دیکھی جاسکتی ہ ے۔نسرین ترنم اور عنبری رحمان کی عبارت میں روانی دیکھنے کو ملتی ہے۔نصرت آرا اور نوشابہ خاتون کا اسلوب ان کے گہرے مشاہدے تجربے اور جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔اس طرح یہ کہا جائے گا کہ مذکورہ بالا تمام افسانہ نگاروں کو اسلوب بیان کے حوالے سے ادبی دنیا میں گراں قدر اہمیت حاصل ہے۔ان کے افسانوں میں اسلوب کے اعتبار سے کسی طرح کی کمی دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ مذکورہ بالا خواتین افسانہ نگاروں کی زبان اور اسلوب ایسا سماں باندھ دیتے ہیں کہ پڑھنے والا نہ صرف اس میں ڈوب کر رہ جاتا ہے بلکہ ان کے افسانوں کو بھی منفرد مقام عطا کرتا ہے۔ان کی کہانیوں میں ربط وتسلسل اس طرح قائم رہتا ہے کہ قاری پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ اول سے آخر تک دلچسپی قائم رہتی ہے۔کہکشاں انجم کے حوالے سے ایک اقتباس دیکھئے:

> ’’کرچیاں کے عنوان سے جو افسانوی مجموعہ شائع ہوا ہے اس کی زیادہ تر کہانیاں عورتوں کے مسائل کو پیش کرتی ہیں۔ان کہانیوں کو موثر بنانے کے لئے انہوں نے صاف ستھری زبان اور خاص اسلوب استعمال کیا ہے۔ روزمرہ استعمال ہونے والے محاورے اور ضرب المثل نے ان کی کہانیوں کو مقبول بنادیا ہے۔عورتوں کے جذبات کی عکاسی کرنے میں ان کا خاص اسلوب قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔‘‘(٦)

نصرت آرا کے سلسلے سے یہ اقتباس دیکھئے:

> ’’نصرت آرا کا نام افسانوی ادب میں بڑے ہی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔’’دردکا رشتہ‘‘ کے نام سے ان کا ایک افسانوی مجموعہ ادبی حلقوں میں کافی مقبول ہو چکا ہے۔ان کے افسانوں میں مشرقی تہذیب وتمدن کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔دراصل وہ مشرقی ماحول کی دلدادہ ہیں۔ازدواجی رشتے کی مختلف صورتوں کو انہوں نے اپنی کہانیوں میں پیش کیا ہے۔کم عمری کی شادی

جہیز کی لین دین اور اس کے بھیانک انجام کو موضوع بنایا ہے۔
کردار نگاری اور ماجرا نگاری کے ساتھ ساتھ سراپا نگاری میں وہ اپنے ہم
عصر افسانہ نگاروں سے بہت آگے ہیں۔زبان و بیان کے لحاظ سے بھی وہ ایک
کامیاب افسانہ نگار ہیں۔''(۷)

صبوحی طارق کے حوالے سے ڈاکٹر رخسانہ جمیل فرماتی ہیں:

''صبوحی طارق بہار کی مشہور و معروف افسانہ نگار ہیں۔ درد کا گلاب ان
کے افسانوں کا ایک مجموعہ ہے جو آج بھی قارئین کے دلوں میں اپنی جگہ
بنائے ہوئے ہے۔زبان و بیان پر فوقیت حاصل ہونے کی وجہ سے ان کے
افسانے بے حد مقبول ہیں۔''(۸)

نسرین ترنم کے حوالے سے یہ اقتباس دیکھئے جن کے ذریعہ ان کے اسلوب بیان کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

''وہ مشاہدے کی دولت سے لبریز ہیں۔ ماجرا سازی اسلوب نگارش اور
پیشکش کا انداز اچھا ہوتا ہے۔ وہ ہلکی پھلکی زبان استعمال کرتی ہیں۔ان کی
کہانیاں سماج اور فرد پر زمانے کی پرچھائیاں ہیں۔ چھوٹے کینوس پر
انہوں نے بڑی بات کہنے کی کوشش کی ہے۔''(۹)

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بہار کی خواتین افسانہ نگاروں نے اردو افسانے کو ایک نئی سمت و رفتار عطا کی ہے۔افسانے کی آبیاری میں مذکورہ بالا تمام خواتین افسانہ نگاروں نے اپنے قلم کو رواں رکھا ہے۔

☆☆☆